فلسفہ
آذانِ قبر
مصنف
علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی رضوی نوری
جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
Ph: 021-7439795
Website : www.ishaateahlesunnat.net
www.ishaateislam.net

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

محترم قارئین کرام! آپ کے ہاتھ میں موجود رسالہ کوئی نئے موضوع پر نہیں بلکہ یہ وہ موضوع ہے جو کہ چند بد مذہبوں کی شرارت اور ہٹ دھرمی ی وجہ سے عوام الناس میں انتشار کا باعث بنا ہوا ہے حالانکہ یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ جس میں کسی کو اختلاف ہو۔ہم اہلسنّت والجماعت جو بھی کام کریں خواہ وہ کتنا ہی اچھا اور فائدے مند کیوں نہ ہو مگر ان لوگوں کا شروع سے ہی وتیرہ رہا ہے کہ شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں، چاہے وہ نذر و نیاز ہو، میلاد ہو، یا کوئی اور کام۔اسی طرح قبر پر اذان دینا اس کو بھی انہوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔جبکہ قبر پر اذان دینا ایک مستحب عمل ہے جیسا کہ آندھی طوفان، جنگ وجدال یا کوئی اور مصیبت آئے تو اس وقت اذان دینا مستحب اور مستحسن ہوتا ہے۔

انسان جب مرتا ہے تو تدفین کے بعد سب سے مشکل ترین وقت آتا ہے کہ فرِشتے قبر میں اس کے ربّ اور دِین کے متعلق سوال کرتے ہیں اور ایسے میں شیطان مُردے کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔تو کیا اس وقت قبر پر اذان دینا مُردے کیلئے فائدہ مند نہ ہوگا یقیناً ہوگا۔جیسا کہ حدیث شریف میں آیا، جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان چھتیس میل دُور بھاگ جاتا ہے۔

معلوم ہوا جب شیطان ہی نہ رہے گا تو بہکانے والا کون ہوگا اور اِن شاءَ اللہ اس کی برکت سے مُردے کو جوابات میں آسانی ہوجائے گی۔اب بات رہی چند لوگوں کی، اگر وہ نہیں چاہتے کہ شیطان ان کی قبروں سے بھاگے تو ان کا فعل ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے مکمل دلائل کے ساتھ اذانِ قبر کا ثبوت پیش کیا ہے اور اس کو جمعیت اشاعت اہلسنّت اپنی اشاعت 155 میں آپ حضرات کیلئے شائع کر رہی ہے تاکہ اس کو پڑھ کر ہم اپنے عقائد کے متعلق صحیح طور پر باخبر رہیں۔

فقط والسلام

خادم علماء اہلسنّت سیّد محمد طاہر نعیمی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

آغاز سخن

میت کودفن کرنے کے بعد قبر کے پاس اذان دینا ملتِ اسلامیہ میں رائج اور مشروع ہے لیکن دورِ حاضر میں یہ مسئلہ منافقین زمانے کے اختلاف کی وجہ سے عوام الناس میں اُلجھا ہوا ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ میں کئی مقامات پر شدید اختلافات رونما ہوتے ہیں بلکہ ہیں کہیں توجبر وظلم اور مار پیٹ تک کی نوبت پہنچتی ہے۔ منافقینِ زمانہ دفن میت کے بعد قبر پر اذان دینے کو سختی سے روکتے ہیں بلکہ تشدد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام کی آسانی اور فتنہ وفساد سے بچانے کیلئے اس مسئلہ کو عام فہم، سلیس زبان میں شرعی دلائل کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا یقیناً جائز ہے، اس کے منع ہونے کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی دلیل نہیں اور جس کام سے شریعت نے منع نہ فرمایا ہو، وہ کام ہرگز منع نہیں، صرف یہی دلیل اس اذان کو جائز کہنے والوں کیلئے کافی ہے۔ البتہ جو لوگ منع کرتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ شرعی دلیلوں سے اپنا دعویٰ دُرست کریں۔

دلیل نمبر-1

صحیح احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان دھوکہ دینے اور بہکانے کیلئے قبر میں پہنچتا ہے۔

حدیثِ پاک ملاحظہ فرمائیں:

امام ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رِوایت کرتے ہیں:

اذا سئل المَیِّت من ربك ترای له الشیطان فی صورةٍ یشیر الیٰ نفسهٖ انا ربك،
فلهذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل (نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، مطبوعہ: دار صادر، بیروت، ص ۳۲۲)

جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا ربّ کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اِشارہ کرتا ہے
یعنی میں تیرا رب ہوں۔ اس لئے حکم آیا کہ میت کیلئے جواب میں ثابت قدمی رہنے کی دعا کریں۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

و یویده من الاخبار قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عند دفنِ المیت
اَللّٰهُمَّ اجره من الشیطان فلو لم یکن للشیطان هناك سبیل ما کان لیدعوا له‘
رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بان یجیره من الشیطان (ایضاً)

قبر میں بہکانے کیلئے شیطان آتا ہے، اس کی تائید ان حدیثوں سے ہوتی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کو
دفن کرتے وقت دعا فرماتے کہ اِلٰہی! اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ بھی دخل نہ ہوتا
تو حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کیلئے شیطان کے مکر سے حفاظت کی دعا کیوں کر فرماتے۔

ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت شیطان قبر میں دخل انداز ہوتا ہے اور جواب دینے میں بہکاتا ہے۔ یہ وہ نازک مرحلہ ہوتا ہے کہ اس وقت میت کا جواب میں ثابت قدم رہنا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے۔ میت کو ثابت قدم رکھنے کیلئے احادیثِ کریمہ میں حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ۔ شیطان سے محفوظ رہنے کیلئے شیطان کو بھگانا ضروری ہے۔ اگر شیطان بھاگ گیا تو اب بہکانا غیر ممکن ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو کس طرح بھگائیں؟ شیطان کو بھگانے کی تدبیر بھی ہمارے رحیم و کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم فرمائی۔

صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف میں جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اذا اذن الموذن ادبر الشیطان و له حصاص

جب موذن اذان کہتا ہے، شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں (پاد مارتا ہوا) بھاگتا ہے

(صحیح مسلم، باب فضل الاذان وھرب الشیطان، مطبوعہ: قدیمی کتب، کراچی، ج ۱ص ۱۶۷)

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) اپنی کتاب المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیث میں حکم آیا ہے کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو، فوراً اذان کہو کہ وہ دُور ہو جائے گا۔ (فتاوٰی رضویہ (مترجم)، ج ۵ص ۶۵۵)

یہاں تک کی گفتگو سے ثابت ہوا کہ منکر نکیر کے سوالات کے وقت قبر میں شیطان مداخلت کرتا ہے اور جواب دینے میں میت کو بہکاتا ہے اور حدیث شریف کے ارشاد کے مطابق شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور شیطان کو دفع کرنے کیلئے اذان کہنے کا حکم حدیث شریف سے وارد ہے۔ لہٰذا اپنے مسلمان بھائی کو قبر میں منکر نکیر کے سوالات کے صحیح جواب دینے میں ثابت قدم رکھنے، شیطان کے بہکاوے اور کھٹکے سے محفوظ و مامون، نیز اس کو دُور بھگانے کیلئے اذان کہی جاتی ہے اور یہ اذان حدیثوں سے اخذ کی ہوئی ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عین ارشاد کے مطابق ہے اور اس میں اپنے مرحوم بھائی کی عمدہ امداد و اعانت بھی ہے۔

دلیل نمبر-2

امام احمد، امام طبرانی اور امام بیہقی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں:

لما دفن سعد بن معاذ و سوی علیه فسبح النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم و سبح الناس معه طویلا ثم کبر و کبر الناس ثم قالوا: یارسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ! لم سبحت ثم کبرت؟ قال: لقد تضایق علیٰ هذا الرجل الصالح قبره حتی فرج اللّٰه تعالیٰ عنه (مسند الامام احمد بن حنبل، مطبوعہ: دارالفکر بیروت، ج ۳ ص ۳۶۰، ۳۷۷)

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور ان کی قبر دُرست کر دی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ سبحان اللہ کہتے رہے، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ اکبر کہتے رہے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! حضور اوّل تسبیح پھر تکبیر فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دُور فرما کر قبر کشادہ فرمادی۔

شرح حدیث...... اس حدیث کی شرح میں علامہ امام شرف الدین حسن بن محمد طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ای ما زِلت اکبر و تکبرون و اسبح و تسبحون حتی فرجه اللّٰه تعالیٰ

حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں اور تم برابر (مسلسل) اللہ اکبر، اللہ اکبر اور سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر، مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ، ملتان، ج ۱ ص ۲۱۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کیلئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر، اللہ اکبر بار بار فرمایا اور یہی مبارک الفاظ اذان میں چھ مرتبہ ہیں تو دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر، اللہ اکبر کہنا عین سنتِ نبوی ہوا۔ رہا سوال یہ کہ اذان میں صرف اللہ اکبر، اللہ اکبر ہی نہیں بلکہ دیگر زائد کلمات طیبہ بھی ہیں۔ حدیث شریف کا پھر ایک مرتبہ بغور مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد انکی قبر پر صرف یہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ اکبر کے ساتھ ساتھ سبحان اللہ، سبحان اللہ بھی فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کی آسانی کیلئے قبر پر تکبیر اور تسبیح یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ آپ لِلّٰہ انصاف فرمائیے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے یا نہیں؟ اور یہ حمد و ثنا بھی ہم حدیثِ نبوی کی متابعت میں ہی کرتے ہیں۔

اذان میں جو دیگر کلمات ہیں، وہ تمام اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذِکر پر مبنی ہیں اور ان زائد کلمات سے معاذ اللہ کچھ نقصان نہیں بلکہ یہ زائد کلمات زیادہ فائدہ مند اور مقصد کی تائید کرتے ہیں۔ قبر پر اذان دینے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمتِ الٰہی کا نزول ہو اور اس کی برکت سے میت پر قبر میں آسانی ہو۔

ہمارے لئے قبر پر بعد دفن اذان دینے کیلئے مندرجہ بالا حدیث شریف ہی ثبوت کیلئے کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر دیر تک اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور ہم بھی اپنے مردوں کو دفن کرنے کے بعد انہیں کلمات اللہ اکبر، اللہ اکبر کو بصورت اذان ادا کرتے ہیں۔ اس تکبیر سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد ذکرِ خدا کے ذَریعہ نزولِ رحمت و برکت کر کے میت پر آسانی پیدا کرنا تھا اور اذان دینے میں وہی کلمات دُہرا کر ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔

شاید اب بھی کوئی منع کرنے والا یہ رونا روئے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے علاوہ جو دیگر کلمات ہیں، ان کا کیا مطلب؟ جواباً عرض ہے کہ آپ مسائل حج سے اگر واقف ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حدیث شریف میں **تلبیہ** کے کون سے الفاظ وارِد ہیں؟ اگر معلوم نہیں ہے تو ہم وہ حدیث پیش کئے دیتے ہیں:

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم :

لبيك، اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد و النعمة لك والملك لا شريك لك ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے تلبیہ میں یہ الفاظ کہے:

لبيك، اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، ان الحمد و النعمة لك والملك لا شريك لك ۔

(صحیح مسلم، باب التلبية، وصفتها، ج ۱ ص ۳۷۵۔ جامع ابي داوٗد، باب کیف التلبية، ج ۱ ص ۲۵۲۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی التلبية، ج ۱ ص ۱۰۲۔ سنن نسائی، کیف التلبية، ج ۲ ص ۱۳۔ سنن ابن ماجہ، باب التلبية، ج ۲ ص ۲۰۹۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۳۰۲)

حدیث شریف میں تلبیہ کے وہی الفاظ وارِد ہیں جو مندرجہ بالا حدیث میں مذکور ہیں لیکن اجلہ صحابہ عظام مثلاً امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وغیرہ تلبیہ کے الفاظ میں دیگر الفاظ ملانے کو روا رکھتے ہیں اور ان حضرات کے نقش قدم پر چل کر ملتِ اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے بھی تلبیہ میں زیادتیٔ الفاظ کو روا رکھنا اختیار فرمایا ہے۔

فقہ کی مشہور و معروف کتاب **ھدایہ** میں ہے:

لا ینبغی ان یخل بشیٔ من ھذہ الکلمات لانہ ھو المنقول فلا ینقص عنہ ولو زاد فیھا جاز لان المقصود الثناء و اظھار العبودیۃ فلا یمنع من الزیادۃ علیہ (الھدایۃ، باب الاحرام، مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ، کراچی، ج ۱ص ۲۱۷)

ان کلمات میں کمی نہ کرنی چاہئے کہ یہی کلمات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو ان کلمات میں سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور بندگی کا اظہار کرنا ہے تو کلمات (الفاظ) زیادہ کرنے کی ممانعت نہیں۔

قبر پر بعد دفن اذان دینے سے منع کرنے والے حضرات سوچیں کہ قبر پر اذان دینے والے آخر کیا کرتے ہیں؟ اپنے مسلمان میت کی آسانی کیلئے اللہ کا ذکر ہی تو کرتے ہیں، کوئی ناچ گانا یا فلمی ترانہ یا گالی گلوچ تو بکتے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اس کی کبریائی اور وحدانیت کا بیان اُسکے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت اور اپنی بندگی کا اقرار ہی تو کرتے ہیں۔ ان موذن کی زبان سے وہی الفاظ نکلتے ہیں جن کے کہنے اور سننے والے دونوں پر اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے پھر انہیں اس کارِ خیر سے کیوں روکا جاتا ہے؟ ارے معاملہ صرف اذان سے باز رکھنے تک ہی منحصر نہیں بلکہ ظلم وتشدد کا یہ عالم ہے کہ قبر پر اذان دینے کے معاملہ کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ مار پیٹ تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے یہ کہاں کا انصاف ہے؟

دلیل نمبر-3

حدیثوں سے ثابت ہے اور کتب فقہ میں بھی یہی حکم لکھا ہوا ہے کہ میت کے پاس نزع یعنی سکرات کی حالت میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پڑھا جائے تا کہ اسے سن کر مرنے والے کو کلمہ شریف یاد آجائے اور وہ دنیا سے جاتے وقت کلمہ شریف پڑھ لے تا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور اس کا آخری کلمہ' کلمہ طیبہ ہو۔

حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوہریرہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ (سنن ابی داوٗد، باب فی التلقین، ج۲ص۸۸)

اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔

جو شخص جان کنی کی حالت میں ہے، وہ ابھی زندہ ہے لیکن ایسا مجبور ہوتا ہے کہ مثل مردہ اس کی حالت ہوتی ہے اور وہ مجازاً مردہ ہے، اسے کلمہ' اسلام سکھانے کی حاجت اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسے کلمہ یاد آجائے اور اس کا خاتمہ اسی کلمہ پاک پر ہو اور وہ شیطان لعین کے بہکاوے اور بہلاوے میں نہ آئے۔

جو دفن ہو چکا ہے، وہ حقیقتاً مردہ ہے اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان کے بہکانے میں نہ آئے اور بے شک اذان میں یہی کلمات لا الٰہ الا اللہ تین مرتبہ ہے۔ بلکہ اذان کے کلمات منکر نکیر کے سوالات کے جوابات سکھاتے ہیں۔

منکر نکیر کے تین سوال ہیں:

مَنْ رَبُّكَ ؟ یعنی تیرا ربّ کون ہے؟

مَا دِيْنُكَ ؟ یعنی تیرا دین کیا ہے؟

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِىْ هٰذَا الرَّجُلِ ؟ یعنی تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟

اب آیئے! دیکھیں کہ منکر نکیر کے مذکورہ تین سوالات کے جوابات اذان سے کس طرح معلوم ہوں گے؟

☆ اذان کی ابتداء میں الله اکبر چار مرتبہ

☆ اذان کے درمیان الله اکبر دو مرتبہ

☆ اذان کے درمیان اشھد ان لا اله الا الله دو مرتبہ ہے۔

یہ تمام کلمات منکر نکیر کے پہلے سوال تیرا ربّ کون ہے' کا جواب سکھائیں گے کہ ان کے سنتے ہی یاد آئے گا کہ میرا ربّ اللہ ہے۔

☆ اذان کے درمیان میں حی علی الصلاة دو مرتبہ اور حی علی الفلاح دو مرتبہ۔

یہ کلمات منکر نکیر کے دوسرے سوال تیرا دین کیا ہے' کا جواب تعلیم کریں گے کہ میرا دین وہ تھا، جس کا نماز رکن اور ستون ہے۔

الصلاة عماد الدين یعنی نماز دین کا ستون ہے یعنی میرا دین اسلام ہے، جس میں نماز پڑھنی فرض ہے۔

☆ اذان کے درمیان میں اشھد ان محمد رسول الله دو مرتبہ ہے۔

یہ کلمات اسے منکر نکیر کے سوال کا جواب سکھائیں گے کہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا رسول جانتا تھا۔

المختصر! دفن کے بعد قبر پر اذان دینا عین ارشادِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعمیل ہے۔ یہاں تک ہم نے صرف تین دلیلیں پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے قارئین کرام پر صاف ظاہر ہوگیا ہوگا کہ دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس مسئلہ کی جن صاحب کو تفصیلی معلومات درکار ہوں وہ امام اہلسنّت مجدد دین و ملت، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ایذان الاجر فی اذان القبر (سن تصنیف ۱۳۰۷ھ) کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں آپ نے پندرہ دلائل قاہرہ سے اذانِ قبر کا جواز ثابت کیا ہے۔

اذانِ قبر پر جاہلانہ اعتراض اور اس کا علمی جواب

اذانِ قبر کے منکر بعض جہال یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اذان تو نماز کا اعلان کرنے اور اطلاع کیلئے ہوتی ہے۔ یہاں کونسی نماز ہوگی جس کیلئے اذان کہی جاتی ہے؟

یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے، ان کی جہالت انہیں کو زیب دیتی ہے، شریعتِ مطہرہ میں نماز کے علاوہ کئی موقعوں پر اذان دینا مستحب فرمایا گیا ہے مثلاً احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ

☆ جب شیطان کا کھٹکا ہو تب اذان کہو وہ دفع ہو جائے گا۔ (طبرانی، المعجم الاوسط)

☆ جب آگ دیکھو اللہ اکبر بکثرت تکرار کرو وہ آگ بجھ جائے گی۔ (مرقاۃ المفاتیح)

☆ جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب میں امن دیتا ہے۔ (طبرانی، المعجم الکبیر، ج ا ص ۲۵۷)

☆ جب حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت سے زمین (ہندوستان) میں اُترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اُتر کر اذان دی۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۱۰۷)

☆ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین مولائے کائنات حضرت سیّدنا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غمگین دیکھا، ارشاد فرمایا، اے علی! میں تمہیں غمگین پاتا ہوں، اپنے گھر والوں میں سے کسی سے کہو کہ تمہارے کان میں اذان کہے، اذان غم اور پریشانی کو دفع کرتی ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج ۲ ص ۱۴۹)

☆ حضرت سیّدنا امام حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ولادت ہوئی، تب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے کان میں اذان کہی۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اسی لئے آج ہر مسلمان کے گھر میں پیدا ہونے والے بچہ کے کان میں اذان دینے کا دستور و رواج ملتِ اسلامیہ میں شرق سے لے کر غرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک عام ہے۔

مندرجہ تمام مقامات و مواقع میں اذان کے بعد کوئی نماز نہیں ہے بلکہ ایک قاعدہ یاد رکھیں کہ اذان دینے سے نماز پڑھنا واجب یا فرض نہیں ہوجاتا بلکہ نماز سے پہلے عام طور پر پانچوں وقت مسجد میں جو اذان دی جاتی ہے، وہ سنتِ مؤکدہ ہے اور یہ سنت مؤکدہ بھی جماعت قائم کرنے کیلئے ہے۔ اگر مسجد کے علاوہ کسی ایک مکان میں جماعت قائم کی جائے جہاں محلّہ کی مسجد کی اذان کی آواز پہنچتی ہے تو اب جماعت قائم کرنے کیلئے اذان کہنا وہاں بھی سنتِ مؤکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔ **المختصر!** ہر اذان کے بعد نماز نہیں اور اذان دینا کبھی کبھی حصول برکت اور دفع ضرر کیلئے بھی ہوتا ہے اور قبر پر دی جانے والی اذان اسی پر محمول کی جائے۔

اس جواب پر منکرین کے مضحکہ خیز اعتراض

ابھی ہم نے چند ایسی اذانوں کا ذکر کیا جن کے نماز نہیں مگر منکرین ان تمام اذانوں کو فراموش کر کے صرف بچے کے کان میں دی جانے والی اذان بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نومولود یعنی تازہ پیدا شدہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کے بعد تو نماز ہے اور وہ نماز جو بعدِ موت ہوتی ہے یعنی نمازِ جنازہ لیکن یہ اذان دفن کے بعد قبر پر دی جاتی ہے، اس کی نماز کون سی ہے؟

سب سے پہلے پہلی بات یہ کہ بچے کے کان میں دی جانے والی اذان کو نمازِ جنازہ کی اذان بتانا خالص جہالت ہے، کسی کے مرنے سے سالہا سال پہلے اس کی ولادت کے وقت کان میں دی گئی اذان کو اس کی نمازِ جنازہ کی اذان بتانا نری جہالت ہی ہے۔ بچے کے پیدائش کے فوراً بعد اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے وہ اذان شیطان کے ضرر اور شر سے محفوظ کرنے کیلئے دی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی میدانِ دلیل میں آ کر منکرین کا یہ کہنا کہ بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان' نمازِ جنازہ کی اذان ہے۔ اس ضعیف اور لاغر مریض دلیل کا جواب ترکی بہ ترکی یہ ہے۔

جواب اعتراض ﴿ اگر منکرین بچہ کے کان میں دی جانے والی اذان کو نمازِ جنازہ کی اذان مانتے ہیں تو نمازِ جنازہ صرف قیام یعنی کھڑے ہو کر ادا کی جاتی ہے اور اس نماز میں رکوع' سجدہ' قعدہ وغیرہ نہیں۔ صرف قیام ہے اور قیام نماز کے تمام افعال (کاموں) میں ادنیٰ فعل ہے۔ سب سے افضل فعلِ نماز سجدہ ہے۔ حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کو خدا سے سب سے زیادہ قرب حالتِ سجدہ میں حاصل ہوتا ہے۔ نماز میں سب سے اعلیٰ فعل یعنی سجدہ نمازِ جنازہ میں نہیں، صرف ادنیٰ فعل یعنی قیام (کھڑے ہونا) سے ہی جنازہ کی نماز ہوتی ہے۔ پھر بھی یہ نماز مقبول ہے اور دُرست ہو جاتی ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے، اس اذان کو نمازِ جنازہ کی اذان اگر مان بھی لیں تو یہ کہنا ہوگا کہ اس اذان کے بعد صرف ادنیٰ افعالِ نماز یعنی قیام سے نماز ادا کی جاتی ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ دفن کے بعد قبر پر دی جانے والی اذان کے بعد اب کون سی نماز ادا کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید، پارہ ۲۹، سورۂ قلم، آیت نمبر ۴۲ میں ہے:

یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون

ترجمۂ کنز الایمان: جس دن ایک ساق کھولی جائے گی اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام المفسرین، رئیس المجتہدین، حضرت علامہ امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال السیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

ھو عبارۃ عن شدۃ الامر یوم القیامۃ للحساب والجزآء (تفسیر جلالین شریف، مطبوعہ بیروت، ص ۵۶۵)

قیامت کے دن کی سختی حساب اور جزاء کے معاملے میں۔

یعنی جب کشف ساق ہوگا یعنی قیامت کے دن حساب اور جزا کے معاملہ میں سختی پیش آئے گی، اس دن بھی کفار اور منافقین سجدہ نہ کریں گے یعنی ان کو بلایا جائے گا لیکن وہ اپنے کفر اور نفاق کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکیں گے۔ لیکن الحمدللہ! صحیح العقیدہ مومنین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے۔ بعدِ دفن قبر پر دی جانے والی اذان اس نماز کی اذان ہے' حالانکہ یہ نماز کا فعل سجدہ نمازِ جنازہ کے فعل قیام سے افضل ہے۔ منکرین کے اعتراض کا جواب قرآن سے مل گیا کہ بعدِ دفن قبر پر دی جانے والی اذان روزِ محشر ہونے والی نماز کی اذان ہے۔

لہٰذا بروزِ محشر جو لوگ نماز (سجدہ) ادا کریں گے' وہ بعدِ دفن قبر پر اذان دیتے ہیں اور منافقین کشف ساق کے وقت روزِ محشر سجدہ ادا نہ کر سکیں گے، وہ قبر پر اذان نہیں دیتے بلکہ انکار کرتے ہیں اور سختی سے منع کرتے ہیں کیونکہ قیامت کے دن جب ان سے سجدہ ہی نہ ہو سکے گا تو پھر اس نماز کیلئے دفن کے بعد قبر پر کیوں اذان دیں؟

ایک مزید اعتراض اور اس کا جواب

بعدِ دفن قبر پر اذان دینے کے منکر اور اس اذان کو سبب بنا کر جھگڑا فساد برپا کرنے والے منافقین زمانہ ایک بے تکی دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ قبر پر اذان دینے کا حکم قرآن میں کہاں ہے؟ قرآن مجید کی کون سی آیت میں لکھا ہوا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دو۔

اس کا جواب بہت آسان ہے، جب تم کسی چیز کے جواز کا ثبوت قرآن سے طلب کرتے ہو تو انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ممانعت کا ثبوت بھی قرآن سے پیش کرنا تمہارے ذِمہ ہے، لہٰذا اب ہم ان منافقین زمانہ سے سوال کرتے ہیں کہ بعدِ دفن قبر پر اذان دینے کی قرآن میں کہاں ممانعت ہے؟ بلکہ قرآن مجید کی کس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان مت دو۔

مزید برآں ہم منافقین سے ایک اہم بات یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ہر مسئلہ اور ہر فعل کا ثبوت اگر قرآن ہی سے طلب کرتے ہیں اور جس چیز کا ظاہر ثبوت قرآن سے نہیں پیش کیا جا سکتا ہے، اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ اس کو سختی سے روکتے ہو تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ پانچوں وقت کی نماز کی رکعات کی تعداد کیا ہے؟

☆ فجر میں چار رکعت (۲ سنتِ مؤکدہ + ۲ فرض = ۴)

☆ ظہر میں بارہ رکعات ہیں (۴ سنت + ۴ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل = ۱۲)

☆ عصر میں آٹھ رکعات ہیں (۴ سنت ِ غیر مؤکدہ + ۴ فرض = ۸)

☆ مغرب میں سات رکعات ہیں (۳ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل = ۷)

☆ عشاء میں سترہ رکعات ہیں (۴ سنت ِ غیر مؤکدہ + ۴ فرض + ۲ سنت + ۲ نفل + ۳ وتر + ۲ نفل = ۱۷)

اب آپ قرآن سے ان رکعات کا ثبوت پیش کریں، قرآن مجید کی وہ کون سی آیات ہیں جن میں یہ ارشاد ہے کہ

☆ اے ایمان والو! فجر میں چار رکعات پڑھو۔

☆ اے ایمان والو! ظہر میں بارہ رکعات پڑھو۔

☆ اے ایمان والو! عصر میں آٹھ رکعات پڑھو۔

☆ اے ایمان والو! مغرب میں سات رکعات پڑھو۔

☆ اے ایمان والو! عشاء میں سترہ رکعات پڑھو۔

ارے حد تو یہ ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات کی تشریح و دلیل بھی آپ قرآن کی آیات سے نہیں پیش کر سکتے۔

☆ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے ہیں۔

☆ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے ہیں۔

اب بتایئے! قرآن مجید کی کون سی آیات میں یہ حکم لکھا ہوا ہے کہ

☆ اے نماز پڑھنے والو! رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھو۔

☆ اے نماز پڑھنے والو! سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھو۔

بعدِ دفن قبر پر اذان دینے کے ثبوت میں اگر قرآن مجید کی آیت سے دلیل کا اِصرار اور مطالبہ ہے تو پھر پانچوں وقت کی نماز کی رکعات اور رکوع و سجود کی تسبیحات کیلئے قرآن مجید کی آیت سے دلیل کیوں نہیں طلب کرتے؟ آدمی ایک مرتبہ پیدا ہوتا ہے اور ایک ہی مرتبہ مرتا ہے اور صرف ایک مرتبہ ہی دفن ہونے کی وجہ سے صرف ایک مرتبہ ہی اس کی قبر پر اذان دی جاتی ہے، اس ایک مرتبہ والے کام پر منافقین زمانہ نے ایسا واویلا مچا رکھا ہے کہ قبرستان میں مار پیٹ اور جھگڑا کر کے بیچارے مردوں کو بھی چین سے نہیں سونے دیتے اور خود روزانہ پانچ وقت کی کل اڑتالیس (۴۸) رکعات کے چھیانوے سجدوں میں ۲۸۸ مرتبہ سبحان ربي الاعلیٰ (ایک سجدے میں تین مرتبہ کے حساب سے پڑھتے ہیں) اور اس پڑھنے کی ان کے پاس قرآن سے کوئی دلیل نہیں۔ جو کام آدمی کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ کیا جاتا ہے یعنی دفن کے بعد قبر پر اذان' اس کیلئے اتنا شور شرابا اور قرآن سے ثبوت مانگا جائے اور جو کام خود روزانہ ۲۸۸ مرتبہ کریں' اس کیلئے کوئی دلیل قرآن کی حاجت نہ سمجھنا کہاں کا انصاف ہے؟

منافقین کا آخری حربہ اور وہ بھی ناکام

منافقینِ زمانہ قبر کے پاس دفن کے بعد دی جانے والی اذان کی ممانعت میں دلیل دینے سے جب عاجز آجاتے ہیں تو وہ اپنی پرانی عادت کے مطابق بدعت کارونا روتے ہیں کہ یہ اذان بدعت ہے۔ اپنے زعم باطل کی بناء پر اس اذان کو بدعت کہنے کے بعد ایک حدیث کی رٹ لگاتے ہیں: کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

ان منافقین سے یہ پوچھو کہ جناب! آپ پہلے یہ بتائیں کہ بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ تو بوکھلا جائیں گے اور بوکھلاہٹ میں کہیں گے کہ ارے بدعت کی بھی کبھی اقسام ہوتی ہیں؟ حدیث میں جب بدعت کو گمراہی فرمادیا گیا تو اب بدعتی گمراہی ہے، بدعت جس قسم سے بھی ہو حدیث شریف کے ارشاد سے ہر بدعت گمراہی ہی ہے۔

منافقینِ زمانہ کے اس قول کاذب کا جواب دیتے ہوئے یہ بتانا ہے کہ بدعت کی کوئی اقسام ہیں مثلاً ......

(۱) بدعت اعتقادی (۲) بدعت عملی (۳) بدعت حسنہ (٤) بدعت سیئہ (٥) بدعت جائز

(٦) بدعت مستحب (۷) بدعت واجب (۸) بدعت مکروہ (۹) بدعت حرام

مندرجہ بالا اقسام میں کچھ بدعات ممنوع ہیں اور کچھ بدعات جائز' بلکہ ان کا کرنا ضروری ہے۔ قارئین کرام کی سہولت کیلئے ذیل میں ہم بدعات کا نقشہ ارقام کرتے ہیں۔

ایک ہی نظر میں بدعت کی اقسام سمجھنے کا نقشہ
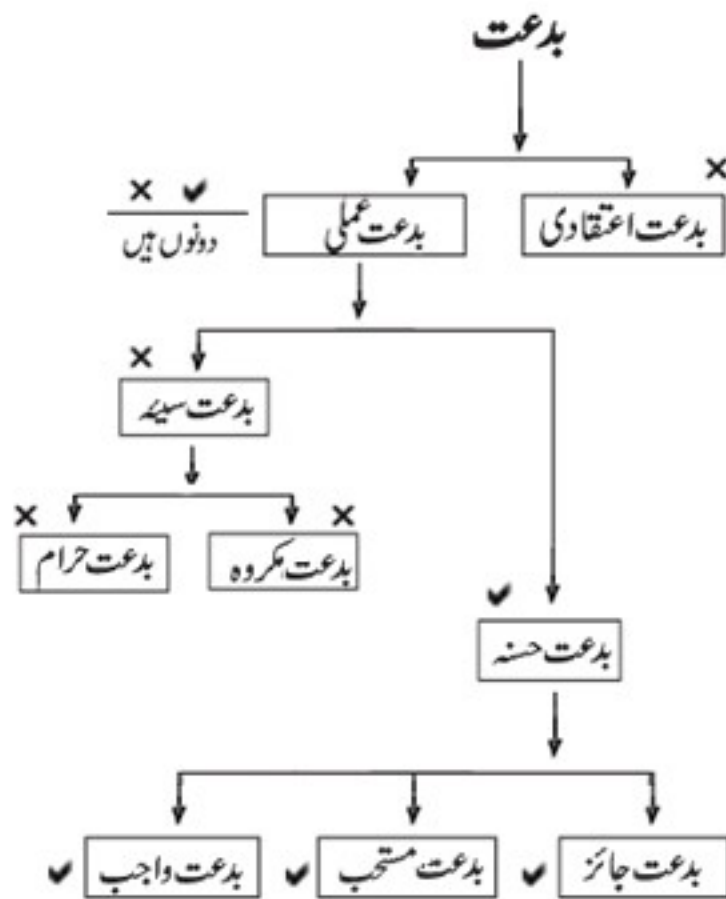
(نوٹ) ✔ اس نشانی والی بدعت جائز ہے۔ ✖ اس نشانی والی بدعت منع ہے۔

ان تمام اقسام کی تفصیلی وضاحت یہاں ممکن نہیں صرف آپ اقسام بدعات کے سامنے دیئے گئے نشان سے یہ سمجھ لیں کہ

☆ بدعت کی جس قسم کے سامنے یہ (✔) نشان ہے وہ جائز ہے۔

☆ بدعت کی جس قسم کے سامنے یہ (✖) نشان ہے وہ ناجائز اور منع ہے۔

بدعتِ واجب

بدعت کی صرف ایک قسم پر اختصار کے ساتھ گفتگو کرنا یہاں ضروری سمجھتا ہوں اور وہ ہے بدعتِ واجب۔ شاید منافقینِ زمانہ کو یہ نام سنتے ہی چکر آجائے اور ان پر غشی طاری ہوجائے، کیونکہ بدعت اور واجب یہ دونوں منافقین زمانہ کیلئے متضاد ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بدعت بھی کبھی واجب ہوتی ہے۔

عام طور پر قرآن مجید کا جو نسخہ پوری دنیا میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے، اس میں اعراب ہوتا ہے یعنی ہر لفظ پر زیر، زبر، پیش وغیرہ کی علامت ہوتی ہے اگر قرآن مجید میں اعراب نہ چھاپے جائیں اور بغیر اعراب کے صرف حروف والا ہی قرآن مجید شائع کیا جائے تو شاید ہی کوئی اسے صحیح پڑھ سکے بلکہ اچھے اچھے مولوی حضرات بھی قرآن مجید کو صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ نتیجتاً ایسی فاش غلطیاں ہوں گی کہ جس کی وجہ سے فسادِ معنی ہوں گے اور وہ فسادِ معنی یعنی مطلب کا بدل جانا کبھی کبھی کفر کی حد تک پہنچ جائیں گے مثلاً قرآن مجید، پارہ ۱۶، سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر ۱۲۱ میں ہے: وَ عَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی یعنی آدم سے اپنے ربّ کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (ترجمۂ کنزالایمان)

اگر اس آیت پر اعراب نہ ہوں اور کوئی اس آیت کو معاذ اللہ اس طرح پڑھے وَعَصٰی اٰدَمَ رَبُّہٗ فَغَوٰی تو اسکے معنی معاذ اللہ یہ ہوں گے کہ آدم کے حکم میں اس کے ربّ سے لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ (معاذ اللہ)

اسی طرح سورۂ فاتحہ میں اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی جن پر تو نے احسان کیا۔ اس آیت کو اگر کوئی اَنْعَمْتُ عَلَیْھِمْ پڑھے گا تو اس کی معنی معاذ اللہ یہ ہوں گے کہ جن پر میں نے احسان کیا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز فاسد ہوجائے گی۔ لہٰذا قرآن مجید کے حروف و الفاظ پر اعراب لگانے کی جب ضرورت محسوس کی گئی تو حجاج بن یوسف ثقفی (المتوفی ۹۵ ہجری) نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے اور ایک روایت میں خلیفہ عبدالملک بن مروان (المتوفی ۸۶ ہجری) کے زمانہ میں اس کی درخواست سے امیر المومنین سیّدنا مولا علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردِ رشید حضرت ابوالاسود دوئلی نے لگائی۔ (فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی، ج ۱۲ ص ۲۱)

المختصر! قرآن مجید میں اعراب لگانا ایسی سخت ضرورت ہے کہ اسکے بغیر چارہ نہیں اور یہ اعرابِ قرآن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے اور یہ ایسی بدعت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں لہٰذا ملتِ اسلامیہ کے فقہاء نے اسے نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کو واجب فرمایا ہے لہٰذا یہ بدعت واجب ہے۔

اگر منافقینِ زمانہ صحیح معنی میں بدعت کے مخالف ہیں اور ان کے نزدیک ہر بدعت گمراہی ہے تو ان پر لازم ہے کہ جس قرآن مجید کے نسخے میں اعراب لگے ہوئے ہوں، ان کو ہاتھ تک نہ لگائیں اور پورے قرآن سے اعراب مٹادیں۔

حدیث شریف کا فرمان

ہر نیک اور جائز کام کیلئے قرآن مجید سے صریح حکم کا مطالبہ کرنا نری جہالت ہے۔ ہر فعل کا الگ الگ اور صراحت سے حکم قرآن مجید میں نہیں پایا جاسکتا بلکہ لاکھوں کی تعداد میں وارد احادیثِ مبارکہ میں بھی پایا جانا مشکل ہے' اسی لئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روی البزار عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: ما احل اللّٰہ فی کتابہٖ فھو حلال و ما حرم فھو حرام، و ما سکت عنہ فھو عفو، فقابلوا من اللّٰہ عافیۃ، فان اللّٰہ لم یکن لینسی شیئا، ثم تلا "وما کان ربک نسیا" قال البزار: اسنادہ صالح و صححہ الحاکم

حضرت بزار نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حلال فرمایا ہے' وہ حلال ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حرام فرمایا ہے' وہ حرام ہے اور جس امر کے تعلق سے سکوت فرمایا ہے (یعنی نہ حلال کیا گیا نہ حرام) وہ معاف ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ کبھی کوئی چیز فراموش نہیں کرتا، پھر یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی: وما کان ربک نسیا (پ۱۶، سورۂ مریم:۶۴) یعنی تیرا ربّ بھولنے والا نہیں۔ (البدعۃ الحسنۃ اصل من اصول التشریع، ص۱۰۸)

(بزار نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں اور حاکم نے بھی اسے صحیح فرمایا ہے۔)

﴿ ایک اور حدیث ﴾

و روی الدار قطنی عن ابی ثعلبۃ الخشنی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: ان اللّٰہ فرض فرائض فلا تضیعونھا و حد حدودا فلا تعتدوھا، و حرم اشیاء فلا تنھکوھا، و سکت عن اشیاء رحمۃ بکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا

اور دارقطنی نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض فرض کیے ہیں تو انہیں مت چھوڑو اور کچھ حدیں مقرر فرمائی ہیں تو اس سے آگے مت بڑھو اور کچھ چیزیں حرام فرمائی ہیں تو اسے مت کرو اور کچھ چیزوں سے خاموشی اختیار فرمائی ہے اور یہ خاموشی اختیار کرنا تم پر رحم کرتے ہوئے بغیر بھولے ہیں، تو ان معاملوں کے پیچھے مت پڑو۔ (البدعۃ الحسنۃ اصل من اصول التشریع، ص۱۰۸)

لیکن قرآن مجید میں جن کاموں کے متعلق صریح اور صاف وضاحت نہیں فرمائی گئی کہ یہ کام حلال ہیں یا حرام؟ بلکہ ان کاموں کے تعلق سے سکوت فرمایا گیا ہے وہ کام معاف ہیں لیکن ان کاموں میں صرف اتنا ہی دیکھا جائے گا کہ ان کاموں کے کرنے سے شریعتِ مطہرہ کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہئے یا ان کاموں کے کرنے سے کوئی سنت ختم نہ ہوتی ہو۔

ایک ضرورت بات کی طرف قارئین کرام کی توجہ درکار ہے کہ مندرجہ دونوں احادیث میں سے دوسری حدیث کے جو الفاظ ہیں کہ وسکت عن اشیاء رحمة بکم من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها یعنی اور خاموشی اختیار کرنا، تم پر رحم کرتے ہوئے ہے بغیر بھولے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ کاموں کے تعلق سے سکوت اختیار فرمایا ہے، وہ بھول نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے بلکہ ہم پر رحم و کرم فرماتے ہوئے سکوت فرمایا ہے۔ اگر ان کاموں کو واجب یا فرض کر دیا گیا ہوتا تو اسکے کرنے کی ذِمہ داری اور فکر لازم آتی اور اس کے ترک پر گناہ کا جرم عائد ہوتا اور اگر ان کاموں کو ناجائز یا حرام قرار دیا گیا ہوتا تو اس سے بچنے اور اس سے اجتناب کا التزام کرنا پڑتا اور اس کے کرلینے سے خلافِ شرع کام کا ارتکاب، گناہ ہوتا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں کچھ کاموں کے تعلق سے کسی قسم کا صریح حکم نازل نہیں فرمایا۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ ایسے کاموں کے بارے میں زیادہ جھک جھک اور بک بک نہ کریں اور نہ ہی ان کاموں کے بارے میں کرید کرید کر ہندی کی چندی کریں، کیونکہ حدیث شریف میں صاف حکم ہے کہ فلا تبحثوا عنها یعنی ان معاملوں کے پیچھے مت پڑو۔

لہٰذا میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر دی جانے والی اذان کے مسئلہ میں جب جواز کی اتنی ساری دلیلیں موجود ہیں اور یہ کام فی نفسہٖ اچھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے تو ایسے جائز و مستحب کام کے سلسلے میں جھگڑا، فساد، مار پیٹ، گالی گلوچ جیسے رذیل افعال کا ارتکاب کر کے تفریق بین المسلمین یعنی مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ ڈالنا اور فتنہ برپا کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت کو اچھی بدعت کہا

دورِ حاضر کے منافقین بات بات پر بدعت' بدعت کا واویلا مچاتے ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے' کا شور برپا کرتے پھرتے ہیں۔ اوراق سابقہ میں ہم نے بدعت واجب کا تذکرہ کیا جس میں صاف ثابت ہوگیا کہ کچھ بدعات واجب بھی ہوتی ہیں۔ امیر المؤمنین' خلیفۃ المسلمین' غیظ المنافقین' حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک نئے کام کو بدعت اور وہ بھی اچھی بدعت فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون فیصلی الرجل لنفسہٖ و یصلی الرجل فیصلی بصلاتہ الرھط فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ واللّٰہ انی لارٰی لو جمعت ھٰؤلاء علیٰ قاری واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علیٰ ابی بن کعب قال ثم خرجب معہ' لیلۃ اُخریٰ والناس یصلون بصلاۃ قاریھم فقال عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نعم البدعۃ ھٰذہٖ الخ

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصلاۃ، باب قیام شھر رمضان ،ج۲ص۴۹۳،مطبوعہ: بیروت لبنان)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے،انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات میں مسجد پہنچا تو لوگ الگ الگ نمازیں پڑھ رہے تھے۔ ہر شخص اپنی اپنی نمازیں پڑھ رہا تھا،تو عمر بن خطاب نے فرمایا! قسم خدا کی میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک امام پر جمع کردوں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ پھر عمر بن خطاب نے ارادہ فرمایا اور ابی بن کعب کو امام مقرر فرمادیا۔ راوی کہتے ہیں پھر میں عمر بن خطاب کے ساتھ دوسری رات مسجد پہنچا تو لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر عمر بن خطاب نے فرمایا، کیا ہی عمدہ ہے یہ بدعت۔

اس حدیث کے الفاظ میں نعم البدعۃ ھٰذہٖ یعنی کیا ہی عمدہ ہے یہ بدعت' غور طلب ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کو اچھی بدعت فرمایا۔ لہٰذا ہم اس ضمن میں طویل بحث نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ ہر بدعت بری نہیں۔ بعض بدعات اچھی بھی ہیں اور بعض بدعات تو ایسی ضروری ہیں کہ ہماری دینی معلومات میں ایسی گھل مل گئی ہیں کہ ان بدعات کے ارتکاب کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اعراب' مساجد میں حوض' وضو کیلئے پانی کے نل وغیرہ۔ علاوہ ازیں کتاب احادیث کو ترتیب دینا' اس کی طباعت و اشاعت' کتاب اصول حدیث' کتب اصول فقہ کو ترتیب دینا' اس کی طباعت و اشاعت' اصول اور اصول فقہ کا علم' صرف ونحو کی تعلیم اور صرف ونحو کی کتابیں لکھنا' مرتب کرنا' چھاپنا وغیرہ ہزاروں بدعات ایسی ہیں جن کا ہمارے کئی دِینی معاملات کے ساتھ چولی دامن کے ساتھ جیسا سابقہ ہے۔ منافقین زمانہ صرف عظمتِ انبیاء واولیاء سے اور فلاح مومنین کے تعلق سے کئے جانے والے کاموں پر ہی بدعت کا فتویٰ تھوپتے ہیں حالانکہ وہ خود ہزاروں بدعات کے ارتکاب میں ملوث بلکہ غرق ہیں۔

بقول رشید احمد گنگوھی بخاری شریف کا ختم بدعت نہیں

منافقین پیدا کرنے والی فیکٹری یعنی دارالعلوم دیو بند میں ہر سال بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے۔علاوہ ازیں کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرنے کے تعلق سے وہابی دیوبندی جماعت کے امام ربانی اور تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے استادو پیر مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:۔

سوال...... کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم کرانا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یانہیں؟

جواب...... قرون ثلاثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم دُرست ہے کہ ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے،اس کا اصل شرع سے ثابت ہے بدعت نہیں۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (فتاویٰ رشیدیہ۔ناشر: مکتبہ تھانوی، دیوبندی، ص ۱۶۶)

قارئین کرام سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اس فتوے کا بنظر عمیق مطالعہ فرمائیں' اس فتوے کے حسب ذیل جملے غور طلب ہیں:۔

☆ **قرون ثلاثہ میں بخاری شریف تالیف نہیں ہوئی تھی مگر اس کا ختم درست ہے۔**

اس جملے میں صاف اقرار کیا گیا ہے کہ قرون ثلٰثہ یعنی صحابہ کرام' تابعین عظام اور تبع تابعین کے زمانہ میں بخاری شریف تالیف نہ ہونے کی وجہ سے بدعت ہونے کے باوجود اس کا ختم درست ہے......کیوں؟......اسلئے کہ ہر سال دارالعلوم دیو بند میں بخاری شریف کا ختم بڑے اہتمام اور نمود ونمائش کے ساتھ ہوتا ہے۔

☆ **ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔**

تو ہم بھی میت کو دفن کرنے کے بعد جو اذان دیتے ہیں وہ اذان ذکر خیر نہیں تو اور کیا ہے؟ اذان کے تمام جملے ذکر اللہ، ذکر رسول اور دعوتِ نیکی پر مشتمل ہونے کی وجہ یقیناً اور بلا شک وشبہ ذکر خیر ہی ہیں اور اسطرح اذان کے ذریعہ ذکر خیر کرنے کے بعد ہم میت کیلئے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات دینے میں ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ ہماری دعا قبول ہوگی اور مردہ ثابت قدم رہ کر نکیرین کو صحیح جواب دے گا کیونکہ 'ذکر خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے'۔

☆ **اس کا اصل شرع سے ثابت ہے' بدعت نہیں۔**

تو اذانِ قبر کا اصل بھی شرع سے ثابت ہے،اس کتاب میں درج دلیل ۱ ،۲ اور ۳ سے اذانِ قبر کا شرع سے ثابت ہونا روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے۔لہٰذا یہ بھی بدعت مذمومہ کے حکم میں نہیں۔

الحمدللہ! منافقینِ زمانہ کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی کے ختم بخاری کے بدعت نہ ہونے کے فتویٰ پر منطبق کر کے اذانِ قبر بھی بلاشک وشبہ بدعت نہیں۔

المختصر! ہم اذانِ قبر کے ذریعہ اپنے مسلمان میت کی اعانت کرتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرنا بحکمِ حدیث محمود اور ماجور ہے۔